جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

The Legislative Miracle of the Quran: Harmony of Revelation, Justice, Expediency, and Legal Principles

Syed Hameed Jazayeri[1] & Shakeela Batool[2]

Abstract

The Quranic legislative system embodies distinctive features unparalleled in human legislation - achievements beyond human reach prior to its revelation. Presented as a prophetic challenge (taḥaddī), its legislative miracle manifests through: (1) an exceptional, coherent legal framework perfectly harmonized with human nature, revealed during an era of cultural stagnation; (2) transformative societal impact; and (3) innovative juridical methodology grounded in divine wisdom. The Quran demonstrates advanced legal theorization whose complexities humanity only comprehended centuries later, with certain aspects remaining beyond complete human understanding - constituting supernatural knowledge (akhbār ghaibiyya). Its legislative supremacy further emerges through fundamental characteristics including: a theocentric foundation rooted in revelation; systematic legal structure correlating with divine attributes; governance through justice-based moral values; anthropological compatibility; balanced legislation avoiding extremes; gradual legal promulgation; maṣlaḥa (expediency)-based rulings; comprehensive rationality; rejection of superstitions; diverse legislative styles; and enforceable guarantees. This study analyzes these dimensions through textual examples, demonstrating the Quran's irreducible legislative miracle.

Keywords: Quran, miracle (iʿjāz), legislation (tashrīʿ), legal principles, legislative miracle.

1. Associate Professor, Department of Qur’anic Sciences, Higher Education Center for Qur’an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (s.hjazayeri@miu.ac.ir).
2. MPhil in Family Law, Bint-ul-Huda Higher Education Center, Al-Mustafa International University. (shakeelabarkat1253995@gmail.com).

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

قرآن کا تشریعی اعجاز: وحی، عدل، مصلحت اور حقوقی اصول کی ہم آہنگی *

سید حمید جزائری[1] اور شکیلہ بتول[2]

اشاریہ

قرآن کا نظامِ حقوق ایسے امتیازات کا حامل ہے جن کا مجموعہ انسانی قوانین میں موجود نہیں اور جن تک انسان نزولِ قرآن سے قبل ہر گز نہ پہنچا تھا۔ مزید یہ کہ یہ نظام ہمیشہ دعویٰ نبوت اور چیلنج (تحدّی) کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کا قانونی اعجاز کئی جہتوں کا حامل ہے: ایک ممتاز، ہم آہنگ، ترقی یافتہ اور فطرت سے ہم آہنگ نظام کا پیش کیا جانا، جو کسی بھی قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہو، ایسے زمانے میں کہ جب جہالت اور زبردست ثقافتی جمود کا دور دورہ تھا؛ اس نظام کا معاشرے میں تبدیلی اور اثر انگیزی میں ممتاز کردار؛ قانونی قواعد و احکام کا ایک نیا اسلوب میں پیش کیا جانا جو مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ یہ سب حیرت انگیز امور ہیں۔ اسی طرح، ہمیں قرآن میں حقوقی نظریہ پردازی (Legal theorizing) بھی ملتی ہے، جن کے اسرار و رموز تک انسان صدیوں بعد پہنچا، بلکہ بعض پہلو ایسے ہیں جن کے تمام پہلو ابھی تک انسان کی گرفت سے باہر ہیں؛ لہٰذا یہ پہلو غیبی خبروں (اخبارِ غیبیہ) کے دائرے میں آتے ہیں۔ قرآن کے قانونی اعجاز کے دیگر پہلو، اس کے تشریعی نظام میں پائی جانے والی بنیادی خصوصیات ہیں۔ جیسے: خدا مرکزیت، وحی پر بنیاد، قرآن کے حقوقی مکتب کی منظّم ساخت، اللہ تعالیٰ کی صفات سے قوانین کا ربط، عدل پر مبنی اخلاقی و روحانی اقدار کی حکمرانی، فطرتِ انسانی سے ہم آہنگی، آسانی اور انسانی طاقت کے دائرے میں قوانین کا ہونا، احکام کا عمومی انداز، جزئیات سے اجتناب، احکام کا تدریجی بیان، مصلحت اور مفسدہ پر احکام کی بنیاد، جامعیت، عقلانیت، توہمات اور خرافات سے اجتناب، احکام کے مختلف بیانیہ اسالیب، قوانین کی ضمانتِ نفاذ، وغیرہ — یہ وہ اصول ہیں جن پر قرآن کا قانونی نظام قائم ہے۔ یہ مقالہ، قرآن کے تشریعی اعجاز کے مختلف پہلوؤں کی تشریح اجمالی طور پر اور نمونوں کے ذریعے کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، اعجاز، تشریع، حقوق، تشریعی اعجاز۔

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۱/۱۹ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ: ۲۰۲۵/۴/۱۱

۱. ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ قرآن وعلوم، قرآن وحدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.
(s.hjazayeri@miu.ac.ir).

۲. ایم فل، شعبۂ فیملی لاء، بنت الہدیٰ ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی.
(shakeelabarkat1253995@gmail.com).

تمہید

اس میں کوئی شک نہیں کہ حقوقی مسائل اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ انسانی زندگی کے اہم ترین پہلوؤں میں سے ایک ہیں۔ اور جب قرآن پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قرآن نہ صرف ان مسائل کو اہمیت دیتا ہے بلکہ انہی میں سے ایک پہلو کو اپنا اعجاز بھی قرار دیتا ہے؛ اس مفہوم میں کہ قرآن نے انفرادی اور اجتماعی احکام اور حقوق (یعنی سماجی روابط کی تنظیم) کے میدان میں ایسا راستہ اختیار کیا جو نہ صرف اُس وقت کے انسان کی رسائی سے باہر تھا بلکہ قیامت تک دین کی راہنمائی کے بغیر اس تک رسائی ممکن نہیں۔

قرآن کی تشریعات ہمہ جہت اور کامل ہیں؛ انسانیت کے لیے کسی بھی کمی سے پاک، ہر قسم کی آلودگی، خطا اور خرافات سے منزہ ہیں۔ قانونی اعجاز کے کئی جلوے ہیں اور اعجازِ تشریعی کا نظریہ انہی خصوصیات کے مجموعے پر قائم ہے—اس لحاظ سے کہ ان تمام خصوصیات کا اجتماع ایک غیر معمولی امر ہے، اور چونکہ یہ دعویٰ نبوت اور تحدّی کے ساتھ ہے، اس لیے اس پر "اعجاز" کی تعریف صادق آتی ہے۔

قرآن کا قانونی اعجاز

ا۔ ایک ناخواندہ شخص سے اعلیٰ قوانین

قرآن کا ایک پہلو جو علمی اعجاز، خصوصاً حقوق و قانون کے میدان میں نمایاں ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن ایک ایسے نبی کی زبان پر نازل ہوا جو اُمّی (ناخواندہ) تھے، ایسے دور میں کہ جب بشری علوم (طبیعی و انسانی) نہایت محدود، کمزور اور بیشتر اوقات خطا آمیز تھے۔ خرافات کا غلبہ، سماجی و فکری گمراہی، اور علمی جمود اس دور کا نمایاں پہلو تھا۔ ایسا زمانہ تھا جب ترقی یافتہ قوانین کی تدوین کا کوئی ماحول موجود نہ تھا۔ اس کے باوجود، قرآن مجید نے انسان سازی کے معارف اور تعلیمات کا ایک وسیع سمندر پیش کیا، اور ایسا ترقی یافتہ اور ہم آہنگ نظام دیا جو انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسانیت کو حیاتِ طیبہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام کے ظہور سے قبل، لوگ جاہلیت اور فکری انحطاط میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نسلی تعصب، قانونِ زور، اور اجتماعی انتشار تمام اقوام، بالخصوص عربوں پر حاوی تھا۔ عربوں میں نہ کوئی متحدہ سماجی نظام تھا اور نہ ہی کوئی معقول قانون۔ بت پرستی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور دیگر خرافات ان کے معمولات تھے۔

لیکن جب مکہ میں اسلام کا نور چمکا، توحید نے شرک کی جگہ لی، اور علم و فضائل نے جہل و رذائل کی جگہ سنبھالی۔ مسلمانوں کو جو ترقی، امتیاز اور افتخار حاصل ہوا، وہ قرآن مجید کی اعلیٰ تعلیمات کا نتیجہ تھا جو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

قرآن کے قوانین عقل پر مبنی اور اس کی قانون سازی اعتدال پر مبنی ہے۔

مثال کے طور پر انفاق کے بارے میں فرماتا ہے: «وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَتَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً» (الاسراء: ۲۹)

ترجمہ: "اور نہ اپنی دسترس کو اپنی گردن سے باندھ (کہ بخیلی کرے) اور نہ اسے پورے طور پر کھول (کہ اسراف کرے) کہ تو ملامت کیا گیا عاجز و ناتواں ہو کر بیٹھ جائے۔"

قرآن مجید لوگوں کو عبادتِ خداوندی، آیاتِ الٰہیہ میں غور و فکر، سود کی حرمت، جائز معاملات، فطری ضرورت کے لیے نکاح، حسنِ معاشرت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ، قرآن کے قوانین اور اسلامی تعلیمات ایسی ترتیب سے مرتب ہیں کہ فردی و اجتماعی مصالح کو یکساں طور پر مد نظر رکھتی ہیں، مختلف اقوامِ انسانی کی ضروریات پر محیط ہیں، اور دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ اخروی نجات و اصلاح کو بھی اپنے دائرے میں لیتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک روشن اور ناقابلِ انکار پہلو اُن کا "اُمّی" ہونا ہے؛ یعنی نہ پڑھا، نہ لکھا، نہ کسی استاد سے تعلیم حاصل کی۔ یہ امر اتنا مسلّم ہے کہ مشہور مستشرقین (خاور شناس مغربی علما) نے بھی اس پر اعتراف کیا ہے۔

پس، ایسے شخص کی زبان سے قرآن جیسے الفاظ کا صدور—جس میں فصاحت، بلاغت، اسرارِ خلقت، اخبارِ غیبیہ اور دیگر اعجازی پہلو موجود ہوں—یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام خدائی ہے اور یہ علم، وحی کے ذریعے عطا ہوا ہے۔

قرآن کریم خود اس بارے میں فرماتا ہے: «وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذاً لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ» (العنکبوت: ۴۸)

ترجمہ: "اور (اے رسول!) تم اس (قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست لوگ ضرور شک میں پڑ جاتے۔"

۲۔ قرآن کا معاشرہ سازی اور اجتماعی حقوق میں انقلابی کردار

قرآن کے قانونی اعجاز کے دیگر اہم پہلوؤں میں سے ایک، اس کا معاشرتی تشکیل اور اجتماعی حقوق میں انقلابی تبدیلی لانے کی صلاحیت ہے، جو کہ ایک نادر اور حیرت انگیز امر ہے۔ قرآن ایک ایسے ماحول میں نازل ہوا جو سراسر جاہلیت کا غلبہ رکھتا تھا اور جہاں اخلاقی اور قانونی بلندیوں کا شائبہ تک نہ تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی تعلیمات اور رسول اکرمؐ کی مسلسل کاوشوں کے ذریعے، ایک محدود مدت میں ہی معاشرے اور عام لوگوں میں ایک ہمہ گیر روحانی تبدیلی رونما ہوئی۔ یہ بات بلاشبہ قرآن کے عملی اعجاز کے نمایاں مظاہر میں سے ہے۔ وہی معاشرہ جس میں عورتوں کو معمولی حقوق تک حاصل نہ تھے، نومولود بچیوں کو زندہ درگور کرنا، شراب نوشی، اور معمولی و بچگانہ مقاصد کے لیے طویل جنگیں اس کے امتیازی خصائص میں شامل تھیں—— قرآن کی تعلیمات کے نتیجے میں وہی معاشرہ انسانی عظمت اور ایثار کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گیا۔

البتہ، اسلام نے عوام کے دلوں میں راسخ اور پُرانی مذموم عادات کے علاج اور ان کی فکری بلندی کے لیے تدریج کا طریقہ اپنایا، اور بغیر شدت و جبر کے، نہی و تحریم کے معتدل اور حکیمانہ اسلوب سے اصلاح کی۔ مثال کے طور پر، شراب کو معاشرے سے ختم کرنے کے لیے، جو کہ لوگوں کی زندگیوں سے گہری وابستگی رکھتی تھی، اسلام نے تدریجی تحریم اور دانشمندانہ حکمت عملی کے ذریعے اسے اس طرح ترک کروایا کہ لوگوں کو کسی قسم کی سختی یا زحمت محسوس نہ ہوئی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگرچہ قرآن کے اس اعجاز پر نسبتاً کم توجہ دی گئی ہے، تاہم یہ ایک ایسا میدان ہے جو عمیق بحث و تحقیق کا متقاضی ہے، اور اگر اسے درست انداز میں پیش کیا جائے تو یہ لوگوں کو قرآن اور اس کی تعلیمات کی طرف مائل کرنے کا ایک موثر ذریعہ بن سکتا ہے، نیز اس کے ذریعے معاشرتی زندگی میں دین کے عملی نفاذ کی حیثیت بخوبی اجاگر ہو سکتی ہے۔

۳۔ قوانین کی پیش کرنے کا ایک ہم آہنگ نظام

قرآن کے قانونی اعجاز کے پہلوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں قواعد و احکام کی پیشکش ایک ممتاز اسلوب میں اور ایک ہم آہنگ، مربوط قانونی نظام کی شکل میں کی گئی ہے۔ قرآن کے قوانین میں کسی قسم کا تضاد، تصادم یا عدم مطابقت نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ قرآن خود فرماتا ہے: «وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا» (النساء: ۸۲)

ترجمہ : "اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں ضرور بہت سا اختلاف پاتے۔"

اسی طرح، قرآن کے قوانین کا مختصر عرصے ـــ یعنی صرف ۲۳ سال ـــ میں نازل ہونا اور معاشرے میں راسخ ہو جانا خود ایک حیرت انگیز اور قابل توجہ امر ہے۔

قرآن مجید کے تشریعی اعجاز کی ایک نمایاں مثال شراب نوشی کی حرمت ہے۔ شراب نوشی ایک ایسی قبیح عادت تھی جو جزیرہ نمائے عرب میں اسلام سے پہلے سے رائج تھی۔ حتیٰ کہ آج کے مہذب سمجھے جانے والے معاشرے بھی اس تباہ کن بلا میں گرفتار ہیں، اور ہر سال اس کے جسمانی و ذہنی نقصانات کے ہولناک اعداد و شمار سامنے آتے ہیں۔

اسلام نے ایک ایسے وقت میں جب شراب کو فائدہ مند تصور کیا جاتا تھا، اپنے ماننے والوں کو اس سے روکا، اور یہ قرآن کی اعجاز نما حکمت عملی تھی۔

پہلا مرحلہ – نماز کے دوران ممانعت: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ» (النساء: ۴۳)

ترجمہ : "اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کچھ تم کہتے ہو۔"

دوسرا مرحلہ – قطعی حرمت: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ» (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ : "اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر سب پلید اور شیطانی کام ہیں، پس ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

ان آیات کے ساتھ ساتھ، معصومینؑ کی احادیث نے بھی شراب کی شناعت پر سخت تاکید کی ہے۔

حدیث: شراب کو "امّ الخبائث" یعنی تمام برائیوں کی جڑ کہا گیا ہے۔ (نوری، ۱۴۰۸ق، ج ا، ص ۱۳۹)

حدیث: جو شخص شراب کا عادی ہو وہ مشرک کے برابر ہے۔ (مجلسی، ۱۴۰۴ق، ج ۶۵، ۱۶۴)

ایک اور حدیث میں شراب پینے والے، پلانے والے، خریدنے، بیچنے اور اس گناہ میں شریک تمام افراد پر لعنت کی گئی ہے۔ (نہج الفصاحہ، حدیث ۲۲۲۹)

یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ قرآن ـــ جو بعض عربی روایات کی تائید کرتا ہے اور بعض مضر چیزوں کو صرف مکروہ قرار دیتا ہے ـــ کیوں شراب کے لیے اتنی سخت حرمت کا حکم دیتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت انسان کو شراب کے نقصانات کا مکمل علم نہ تھا، لیکن آج علم و صنعت کی ترقی کی بدولت ان کے تباہ کن اثرات واضح ہو چکے ہیں۔

ارنَسٹ رینان، مشہور فرانسیسی مؤرخ، اس بارے میں لکھتا ہے: "اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کئی آفات، مثلاً شراب، سور اور کتے کے لعاب سے نجات دی ہے۔" (اہتمام، ۱۳۴۴ش، ص۱۵۶؛ امین شیرازی، ۱۳۷۳ش، ص۴۶)

شراب عقل کو زائل کرتی ہے، انسان کو انسانیت کے دائرے سے نکال دیتی ہے، اور جرم و جنایت کے رجحانات کو جنم دیتی ہے۔ مغربی تحقیقی ادارے ہر سال اس سلسلے میں خطرناک رپورٹیں شائع کرتے ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۸۰ش، ص۳۳۵)

شراب کے جسمانی، اقتصادی، اور معنوی نقصانات:

- جسمانی نقصانات:

اعصابی نظام میں بگاڑ، دماغی سوزش
معدے، جگر، گلے، زبان، حلق، مری اور آنتوں کے کینسر
جنسی اعضا میں بگاڑ اور سرطان کی دیگر اقسام

- معنوی و سماجی نقصانات:

روحانیت اور اخلاق سے دوری
خاندان کے نظام کی تباہی
والدین اور بچوں کے تعلقات کا بگاڑ

ڈاکٹر لورمی کی تحقیق کے مطابق: ۵۱ میں سے ۱۵۸ ایسے مریض جنہیں گلے، زبان یا حلق کا سرطان لاحق ہوا، وہ سب شراب کے عادی تھے۔ (دیاب و قرقوز، ندارد، ص۱۴۱-۱۵۸)

مزید برآں، ایک جرمن ڈاکٹر نے ثابت کیا ہے کہ اگر والدین شراب نوش ہوں تو اس کے مضر اثرات کم از کم تین نسلوں تک باقی رہتے ہیں، بشرطیکہ یہ نسلیں خود شراب نوش نہ ہوں۔ (امین شیرازی، ۱۳۷۳ش ، ص ۴۴؛ رضائی اصفہانی، ۱۳۸۰ش ، ص ۳۴۶)

یہ تمام بیانات صرف شراب کے تباہ کن اثرات کے ایک جزو کی نشان دہی کرتے ہیں اور قرآن کی طرف سے اس کی حرمت کا حکم یقیناً اعجازِ تشریعی کی ایک روشن مثال ہے۔

۴۔ قرآن کی قانونی نظریہ پردازیاں

قرآن کی قانونی نظریہ پردازیوں کا شمار بھی اعجازِ حقوقیِ قرآن کے پہلوؤں میں ہوتا ہے، جس کی حقیقت کو انسان نے دہائیوں بعد جا کر سمجھا ہے اور بعض امور ایسے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی انسان ان کے راز و رموز کو نہیں سمجھ سکا؛ جیسے: حق عبودیت کو تمام حقوق میں سب سے پہلا اور بنیادی حق قرار دینا، جس کی بنیاد پر دیگر تمام حقوق معنی و مفہوم حاصل کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی جہاد اور جنگوں کی توجیہ اور ارتداد کے لیے سخت سزا جیسے احکام، قابلِ توجیہ اور عقلی قرار پاتے ہیں۔

اسقاطِ حمل کی حرمت اور رحم مادر میں موجود بچے کے لیے حقِ حیات تسلیم کرنا، یا دنیا کی نعمتوں اور مصیبتوں کا تقویٰ اور گناہ کے ساتھ تعلق، یہ سب ان نظریاتی مباحث میں شامل ہیں جو قرآن کریم کی آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ ترقی یافتہ مفاہیم قرآن نے صدیاں پہلے بیان کیے ہیں، اور آج کا انسان ان کی اہمیت اور اثرات کو درک کر رہا ہے۔

۵۔ قرآن کے نظامِ حقوقی کی خاص خصوصیات

احکام کی تشریع اور قرآن کے نظامِ حقوقی میں پائی جانے والی بنیادی ارکان اور خصوصیات بھی اعجازِ حقوقی قرآن کے پہلوؤں میں سے ہیں؛ ایسی خصوصیات جنہوں نے اس نظام کو دیگر تمام حقوقی نظاموں سے ممتاز کر دیا ہے اور جن خصوصیات کا مجموعہ انسانی قوانین میں موجود نہیں۔ ان میں سے چند امتیازات حسبِ ذیل ہیں:

ایک: خدا محوری

قرآن نے خلقت کا مقصد معرفت، عبادت اور قربِ الٰہی کو قرار دیا ہے: «وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ» (الذاریات: ۵۶)

اسی طرح اسلام کے نظامِ حقوقی میں اجتماعی سعادت — جو ہر قانونی نظام کا قریبی ہدف ہوتی ہے — انسان کی حقیقی کمال اور قربِ الٰہی تک رسائی کا ذریعہ ہے (مصباح یزدی، ۱۳۷۸ش، ص ۶۴)۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ان آیات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے:

«يَعْلَمُونَ ظَاهِراً مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ» (الروم: ۷)

«فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَى» (النجم: ۲۵)

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت سے غفلت نہ برتنا لازمی ہے، اور یہ خود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسلام کا پورا قانونی نظام خدا کی طرف قرب حاصل کرنے کے نظریے پر مبنی ہو۔

احکامِ شرعی و عبادی میں توحید اور مبداء کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن نے انسانوں کے اجتماع کی بنیاد بھی خدا کی عبادت کو قرار دیا ہے، اور اسی بنیاد پر اہلِ کتاب کو دعوت دیتا ہے: «قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ» (آل عمران: ۶۴)

جب ہم قرآن کے قانونی قواعد پر غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ان قوانین کو صفاتِ الٰہی سے جوڑ کر پیش کیا گیا ہے؛ مثلاً آیت: «وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً» (الإسراء: ۲۶)

اسے اس عبارت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے: «ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ»

یا سود کو خدا سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

دو: وحی پر مبنی ہونا

قرآن کے نظامِ حقوقی کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک اس کا وحی پر مبنی ہونا ہے۔ یہی امتیاز اسے انسانی قوانین سے برتر بنا دیتا ہے، جو اپنی تمام تر کمزوریوں اور محدودیتوں کے ساتھ ظاہر ہیں۔ انسان اپنی علمی احاطہ کی کمزوری کی بنا پر زندگی کے مختلف پہلوؤں، جرائم اور ان کی سزاؤں کا کامل نظام پیش نہیں کر سکتا؛ لیکن خداوند عالم، جو لا محدود علم و حکمت کا مالک ہے، انسان کی تمام جہتوں پر احاطہ رکھتے ہوئے کامل اور بے خطا دستور پیش کرتا ہے۔

اس نکتے کی تکمیل کے لیے چند نکات پر توجہ مفید ہے:

قرآن نے خود پیغمبر اکرمؐ کو وحی کے مطابق حکم دینے کا پابند قرار دیا ہے: «احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ» (المائدہ: ۴۸)

غیر خدائی احکام پر عمل کرنے والوں کو فاسق، ظالم اور کافر کہا ہے: «وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ» (المائدہ: ۴۵)

قرآن نے حکم کو خدا کا خاصہ قرار دیا ہے: «أَلَا لَهُ الْحُكْمُ» (الأنعام: ۶۲)

زمین و آسمان کی حکومت کو خدا کے لیے مخصوص قرار دیا ہے: «وَلِلّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ» (آل عمران: ۱۸۹)

اور «وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ» (الرعد: ۱۱)

قرآن کی متعدد آیات جیسے:

«وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُواْ فِيهِ» (البقرہ: ۲۱۳)

لوگوں کو کتابِ الٰہی کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔

قرآن ان افراد کی مذمت کرتا ہے جو اپنے لیے قانون سازی کا اختیار سمجھتے ہیں:

«قُلْ آللّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّهِ تَفْتَرُونَ» (الأنعام: ۱۳۶)

تین: قرآن کا حقوقی نظام منظم اور مربوط ہے

قرآن اور اسلام کا حقوقی نظام ایک منظّم نظام ہے، جس کی اہم خصوصیات میں اس کے اجزاء کے درمیان ہم آہنگی، واضح پیش فرضیات، معین مآخذ، اور مخصوص اہداف کی طرف راہنمائی شامل ہیں۔ یہ نظریہ قرآنی آیات کے فہم و تفسیر پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

ہر قسم کی قانون سازی ایسے اصولوں پر مبنی ہونی چاہیے جو اس کی بقا اور دوام کے ضامن ہوں، تاکہ لوگ اس کی عدالت پر مطمئن ہوں اور اس کی حکمت پر یقین رکھتے ہوئے اسے تسلیم کریں۔

اسلامی شریعت ایسے ثابت اصولوں کی حامل ہے کہ لوگ فطری طور پر اسے قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ فطرتِ سلیمہ سے ہم آہنگ ہے، جو کہ غیر قابل تغیر ہے۔ جیسا کہ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے، قرآن عقلِ سلیم کو

خطاب کرتا ہے، عمل کی ترغیب دیتا ہے، راہِ خدا میں جہاد کی دعوت دیتا ہے، ایثار، آزادی، مساوات، احسان اور نیکوکاری کا علمبردار ہے۔

چار: عدالت پسندی

بعض مفکرین کے نزدیک حقوق کی بنیاد عدالت ہے، اس لیے قانون ساز کو بھی عدالتی اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ ایسا قانون قابل احترام ہوتا ہے جو عدل کا محافظ ہو۔ اس نظریے کو "فطری یا طبیعی حقوق کا مکتب" کہتے ہیں۔ دوسری طرف، کچھ کا خیال ہے کہ حقوق کی بنیاد حکومت کی طاقت ہے، نہ کہ عدالت، اور جو قانون حکومت کی حمایت حاصل کر لے، وہ قابل احترام ہوتا ہے، چاہے وہ عادل ہو یا نہ ہو۔ اس نظریے کو "تحققی مکتب" کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے قوانین کی بنیاد عدل کو قرار دیا ہے، اور عدل کو قرآنی قوانین میں غالب اصول کے طور پر بیان کیا ہے: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ» (المائدہ: ۸) «وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا» (الأنعام: ۱۵۲)

قرآن کے حقوقی قوانین کی بنیاد ہی عدل و قسط پر ہے، یہاں تک کہ قرآن نے انبیاء کی بعثت کا ہدف بھی قیامِ قسط کو قرار دیا ہے: «لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ» (الحدید: ۲۵) «وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ» (یونس: ۴۷)

پانچ: اخلاقی و معنوی اقدار کی حاکمیت

نظامِ حقوقِ قرآن کی ممتاز خصوصیات میں سے ایک، قرآن میں قانونی اور اخلاقی نظام کا باہمی ربط اور اس پر اخلاقیات کی بالادستی ہے، یہاں تک کہ کہا جا سکتا ہے کہ نظامِ حقوقِ قرآن، نظامِ اخلاق کا ایک ذیلی شعبہ ہے۔ اسی وجہ سے قرآن میں احکامِ حقوقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی احکام بھی بیان ہوئے ہیں: «وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ

عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ» (المائدہ: ۷)

"اور اللہ کا وہ انعام یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا ہے، اور اُس عہد کو (بھی) جو اُس نے تم سے لیا، جب تم نے کہا تھا: ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔"

یہ آیت، عہد و پیمان کے یاد دلانے کے وقت، خدا کے علم کو متوجہ کرتی ہے۔ دیگر آیات میں بھی احکامِ حقوقی کو صفاتِ الٰہی کے سہارے بیان کیا گیا ہے (مصباح یزدی، ۱۳۷۸ش، ص ۴۶)۔

قرآن میں احکام کو فاضل اخلاق کے دائرے میں مکمل طور پر محاظ کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:
«وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا» (الفرقان: ۶۳)

"اور (اللہ کے) مہربان بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ (کہہ کر) سلام کرتے ہیں۔"

خلاصہ یہ کہ قرآن کا نظامِ حقوق، نظامِ اخلاق کے مقصد کے مطابق ہے، اور وہ مقصد انسانی کمال اور ارتقاء کا نظام ہے۔

چھ: انسانی فطرت سے ہم آہنگی

قرآن کے حقوقی نظام کی ایک اور خصوصیت، اس کے قوانین کا صحیح فطرت انسانی سے کامل ہم آہنگ ہونا ہے؛ وہی فطرت جس پر خداوندِ متعال نے انسان کو خلق کیا ہے۔

اسلام میں عبادات کو پاکیزہ، عقل پسند اور اصل انسانی فطرت کے موافق قرار دیا گیا ہے۔ ان عبادات میں صرف عبادتِ پروردگار اور قربِ الٰہی ہی کو مدّ نظر نہیں رکھا گیا، بلکہ باطن کی تطہیر اور نفس کا تزکیہ بھی مقصد ہے۔ ان دو رجحانات کا مجموعہ انسانی وجود کے مختلف پہلوؤں میں توازن کا باعث بنتا ہے: «مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ» (البینہ: ۵) "یعنی اس کے لیے دین کو خالص کر کے، یک رخے ہو کر، اور نماز قائم کرتے رہیں۔"

سات: سہولت پسندی اور انسانی طاقت کا لحاظ

قرآن کی تعلیمات کی بنیاد پر، دین اس لیے نہیں آیا کہ لوگوں پر سخت احکام مسلط کرے، بلکہ اس لیے آیا کہ انسان کو باطنی ظلمتوں کے بوجھ سے نجات دے: «مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ» (المائدہ: ۶)

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی رکھے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاکیزہ کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر گزار بنو۔"

قرآن ایک ایسا شریعتی نظام پیش کرتا ہے جس میں انسان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا، اور اس کے قوانین کا اصل اصول آسانی اور سہولت ہے، کیونکہ اسلامی احکام تمام کے تمام انسان کی طاقت کے دائرے میں ہیں اور اُن میں کوئی ایسی مشقت نہیں جو ناقابلِ برداشت ہو: «وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ» (الحج: ۷۸)، «وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا» (المؤمنون: ۶۲)

قرآن کے حقوقی احکام انسان کی عملی قدرت کے مطابق اور اُس کی طاقت کے دائرے میں ہیں: «يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ» (البقرہ: ۱۸۵) "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔"

اسی لیے قرآن نے اضطراری حالات کے لیے آسان احکام اور رخصتیں مقرر کی ہیں تاکہ قوانین مشقت کا سبب نہ بنیں۔ مثال کے طور پر رمضان کے روزے واجب ہیں، لیکن مریض اور مسافر کے لیے رخصت دی گئی ہے۔

آٹھ: خطا و انحراف سے پاکیزگی

قرآن کے حقوقی نظام کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی انحرافی و نفسانی تمایلات سے پاک ہے، جن کے اثرات قوانینِ وضعی میں اکثر ظاہر ہوتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ بیشتر انسانی ساختہ قوانین میں، حتیٰ کہ بڑے افراد بھی، نسلی، قومی، علاقائی، یا طبقاتی تعصّبات سے لاشعوری طور پر متاثر ہو جاتے ہیں۔ آج انسانیت ان قوانین کی ناہمواریوں سے، چاہے بین الاقوامی سطح پر ہوں یا مقامی، سخت رنجیدہ ہے۔ جبکہ اسلام کا قانون گذار، خداوندِ متعال ہے، جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ لہٰذا اُس کے قوانین میں نہ تو خطا کا امکان ہے اور نہ ہی کسی قوم، نسل یا علاقے کی طرف میلان، جو قانون کو منحرف کر دے۔

نو: ہمہ جہت ہونا

انسانی حیات کے تین بنیادی پہلو ہیں:

الف) اپنی ذاتی وفردی حیثیت سے تعلق،

ب) معاشرتی پہلواور دوسرے انسانوں سے تعلق،

ج) اپنے خالق و معبود سے تعلق۔

تیسری قسم کے تعلق میں، اخلاق، معنویت اور انسانی کرامت کا پہلو شامل ہوتا ہے۔

انسانی ساختہ قوانین، زیادہ تر صرف فردی اور معاشرتی پہلو پر توجہ دیتے ہیں، اور فردی پہلو کو بھی اکثر نظرانداز کر دیتے ہیں۔

جبکہ خدا سے تعلق کا تیسرا پہلو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے، حالانکہ یہی پہلو انسان کو جلا بخشتا ہے، اسے توازن عطا کرتا ہے اور اسے ایک ملکوتی چہرہ دیتا ہے۔

اسلام، فرد کی مخصوص حیثیت کے لیے ایسے فرائض مقرر کرتا ہے جو اُس کے عقیدہ، گفتار اور کردار کو متوازن بناتے ہیں۔

اسی طرح اسلام، عمومی مصالح کی تأمین اور اجتماعی عدل کے قیام کے لیے بھی بھرپور کوشش کرتا ہے تاکہ ایک فلاحی اور سالم معاشرہ قائم ہو، جہاں ہر فرد بآسانی اپنے جائز اور فطری حقوق تک رسائی حاصل کر سکے۔

اسلام، ان دونوں پہلوؤں کے ساتھ ساتھ، انسان کو اس کی عظمت، شرافت اور کرامت سے بھی آشنا کرتا ہے، اسے اخلاق و معنویت کے مقام سے روشناس کراتا ہے تاکہ اسے جہالت اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے اور عزت و بلندی کے عروج تک پہنچائے۔

اسلام نے اپنے تشریعی احکام و قوانین کو انہی تین بنیادوں پر قائم کیا ہے تاکہ «وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ» (الاسراء: ۷۰)

"اور بلاشبہ ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی"

کا مفہوم مجسم ہو جائے، اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو خلافتِ الٰہی انسان کو عطا کی ہے، وہ فعلیت اختیار کر جائے۔

اسی لیے خدا نے انسان پر احسان فرمایا کہ اسے اپنے شریعت کے ذریعے سرفراز کیا، اور اسے اس گراں قدر زیور سے آراستہ کیا:

«لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ» (آل عمران: ۱۶۴)

"یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اُن کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے، اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ فرد اور اجتماع کی اصالت پر مبنی مختلف مکاتب، حقوق کے لیے جدا جدا اہداف ذکر کرتے ہیں، جبکہ قرآن نے فردی و اجتماعی دونوں پہلوؤں کو بیک وقت ملحوظ رکھا ہے۔

آیات و روایات میں انسان کو عزت و تکریم دی گئی ہے (مثلاً الاسراء: ۷۰) اور اس کے مذہبی انتخاب کی آزادی کا احترام کیا گیا ہے: «لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ» (البقرہ: ۲۵۶) "دین میں کوئی زبردستی نہیں۔"

اسی طرح انسان کی ملکیت کے حق کو محترم جانا گیا ہے، اور دوسروں کو اس پر تجاوز سے روکا گیا ہے۔

دوسری طرف اجتماعی حقوق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ بعض مواقع پر، اگر معاشرے کی سلامتی کا تقاضا ہو، تو قتلِ نفس کو نہ صرف جائز، بلکہ واجب قرار دیا گیا ہے: «وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ» (البقرہ: ۱۷۹) "اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، اے عقل والو"!

یہ ان موارد میں سے ہے جہاں بعض حقوقی نظام، فردی مصالح کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دیتے ہوئے سزائے موت کو منسوخ کر دیتے ہیں۔

لہٰذا واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ قرآن کے نظامِ حقوق میں فردی اور اجتماعی مفادات کے درمیان بہترین توازن موجود ہے۔

بعض فقہاء و حقوق دانوں نے مصالح کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے: فردی، عمومی، اور اجتماعی، اور فردی مصالح کو بھی مزید تین درجوں میں بانٹا ہے۔

الف) فردی مصالح

یہ مصالح تین طرح کے ہیں:

۱ . انسانی شخصیت سے متعلق مصالح

جیسے: امن و سلامتی، جسمانی صحت، آزادی، روحانی و فکری اطمینان وغیرہ۔ قرآن کے بہت سے قوانین اسی قسم کے مصالح پر مبنی ہیں۔ مثلاً: «وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً» (النساء: ۹۲) "اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے، مگر غلطی سے"۔

«وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا» (النساء: ۹۳) "اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"۔

«يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ...» (الممتحنۃ: ۱۲) "اے نبی! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں آئیں اس شرط پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی جو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑیں"۔

۲ . خاندان میں فرد کے مصالح

مثلاً: خاندان کے سربراہ کی طرف سے گھر والوں کی ضروریات کی تکمیل، مال و متاع کی حفاظت اور خاندان کے انہدام سے بچاؤ۔ ان کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے: «وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ» (البقرۃ: ۲۳۳)، "اور بچے کے باپ پر ہے کہ ماں کو دستور کے مطابق رزق اور لباس دے"۔ «وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا... » (الاسراء: ۲۳) "اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو..."۔

۳ . مالی مصالح

قرآن کی بعض آیات فردی مالی مصالح کے تحفظ کے لیے نازل ہوئی ہیں: «وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ» (البقرۃ: ۱۸۸) "اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"۔ «وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ» (الأنعام: ۱۵۲) "اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر بہتر طریقے سے"۔ «إِنَّ

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا...» (النساء: ۱۰) ''جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں''۔

ب) عمومی مصالح

قرآن اور اسلامی فقہ میں ایسے قوانین موجود ہیں جو مسلمانوں کو سرکاری و اجتماعی اموال میں ناجائز تصرف سے روکتے ہیں تاکہ اسلامی حکومت کے مفادات محفوظ رہیں: «يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ...» (الأنفال: ۱) ''(اے رسول!) آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے: انفال تو اللہ اور رسول کے لیے ہے''۔

«وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ...» (الحشر: ۶)

''اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو ان (یہودیوں) سے دلایا ہے تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ''۔

ج) اجتماعی مصالح

قرآن کے بعض حقوقی احکام انسانی و اسلامی معاشرے کے اجتماعی مصالح کی حفاظت کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مواقع پر ان اجتماعی مصالح کی خاطر فردی مصالح کی قربانی دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

بغاوت کرنے والوں سے جنگ کا حکم۔

اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر بعض احکام کا منسوخ ہونا (جیسے احکامِ وصیت و میراث، تبدیلی قبلہ)۔

قدرتی اور انسانی وسائل (جیسے جنگلات، پانی، گیس، بچوں کی تربیت، معذوروں کی پرورش) کی حفاظت:

«فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا...» (البقرة: ۲۸۲)

اخلاقِ عامہ کے تحفظ کے لیے بعض انفرادی آزادیوں پر پابندیاں لگائی گئی ہیں:

«يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ...» (البقرة: ۲۱۹)

«إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ...» (المائدة: ۹۱)

«وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ...» (النور: ۴)

«الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي...» (النور: ۲)

«وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ...» (الإسراء: ۳۲)

دس: احکام کا مقصدیت پر مبنی ہونا

شریعت اسلامی اور اس کے احکام کی غایت و مقاصد بہت وسیع ہیں، جن پر مستقل تحریر کی جا سکتی ہے، تاہم چند اہم نکات کا ذکر درج ذیل ہے:

۱. تزکیۂ نفس اور تہذیبِ روح

مثلاً:

«إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ» (العنکبوت: ۴۵)

«كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ» (البقرة: ۱۸۳)

«إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ...» (المائدة: ۹۰)

شیخ انصاریؒ کی "المکاسب" جیسی کتابوں میں ایسے معاملات جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، ان کا لین دین بھی فاسد اور باطل شمار کیا گیا ہے: "اذا حرم اللہ شیئاً حرم ثمنہ"۔ (انصاری، ۱۳۶۹ش، محرمہ)

۲. عدل کا قیام

قرآن و احادیث میں بارہا عدل و انصاف کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے:

«وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ...» (المائدة: ۸)

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ...» (النساء: ۱۳۵)

3. تشریع احکام میں مصالح کا لحاظ

فقہ میں مصالح و مفاسد کی رعایت اہمیت رکھتی ہے۔ تقیہ، احکامِ ثانوی، احکامِ حکومتی، سب اسی بنیاد پر قائم ہیں۔

احکام کا مصالح پر مبنی ہونا امامیہ مکتب کی کلامی تعلیمات کا بنیادی ستون ہے۔ شارع کی طرف سے "عن اللہ" وجوب ہوتا ہے، "علی اللہ" نہیں، جیسا کہ معتزلہ کا دعویٰ ہے۔

قرآن میں بعض احکام کی حکمت بھی بیان کی گئی ہے، جیسے: «وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ...» (البقرة: ۱۷۹)

"اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، اے عقل والو! تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص کا حکم دنیاوی مصلحت (یعنی قتل سے باز رکھنا) اور اُخروی مصلحت (تقویٰ) دونوں پر مشتمل ہے۔

نتیجتاً، قرآن کے قوانین میں مصالح و مفاسد کا لحاظ بنیاد قرار پایا ہے۔ دینداروں کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے، اور علم و حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اعلیٰ مصالح کو ہمیشہ مقدم رکھا جائے:

«وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ...» (ص: ۲۷)

«الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ» (السجدة: ۷)

گیارہ: فرد اور معاشرے کی مصلحت کا لحاظ

حقوقی مباحث میں ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا تمام قوانین کا مقصد صرف فرد کی آسائش اور آزادی ہونا چاہیے، یا مقصود معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنا ہے اور فرد کو محض اس کا جزو سمجھا جائے؟ یا پھر کوئی تیسرا امر اس بحث کا اصل ہدف ہونا چاہیے؟ اس سلسلے میں مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں، جیسے "نظریۂ حقوق فردی" اور "مکتبِ اصالتِ اجتماع" (سمیر، ۱۹۹۶م، ص ۱۲۱)۔ عمومی طور پر "نظریۂ اصالتِ حقوقِ فردی" اور "نظریۂ اصالتِ حقوقِ اجتماعی" دو انتہاؤں پر واقع ہیں؛ اس لیے ان کے درمیان معتدل نظریات بھی پیش کیے گئے ہیں، اور بعض اہلِ نظر نے ان دونوں نظریات کو یکجا کر کے ایک تیسرا راستہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مکتبِ اصالتِ فرد جب اس مسئلے سے دوچار ہوتا ہے کہ کسی حق کا استعمال دوسرے کے لیے نقصان دہ ہو، تو وہ کہتا ہے: "مالک کو اپنے حق کے استعمال میں مکمل آزادی حاصل ہے، چاہے اس کے کوئی بھی نتائج ہوں"۔ دوسری طرف، مکتبِ اصالتِ اجتماع کا کہنا ہے: "فرد کو کوئی اختیار حاصل نہیں، بلکہ اُسے چاہیے کہ اپنے حق کو صرف معاشرتی مصلحت کے مطابق استعمال کرے"۔ لیکن مناسب طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں نظریات کے درمیان جمع کیا جائے (سمیر، ۱۹۹۶م، ص ۱۲۶)۔

احوالِ شخصیہ سے متعلق قوانین، عدل پر مبنی ایک ایسا مجموعۂ اصول ہیں جو انسان کی خاندانی زندگی کی بنیاد پر وضع کیے گئے ہیں۔ اسلام نے اس کے لیے ایک مکمل نظام مفصل طور پر پیش کیا ہے، جو نکاح، طلاق، حمل، عدہ، رضاعت، نان و نفقہ، وراثت اور اولاد و اقربا کے حقوق جیسے امور کو شامل ہے۔ ان کلی احکام میں اتنی وسعت ہے کہ ایک مجتہد ان سے استفادہ کر کے زمان و مکان کی تبدیلیوں کے مطابق احکام استنباط کر سکتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

بارہ: جامعیت

تشریعِ احکام کے میدان میں اسلام ایسی کامل جامعیت رکھتا ہے کہ نہ سابقہ شریعتوں میں اور نہ ہی انسانی ساختہ قوانین میں اس جیسی وسعت و ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔

اسلام نے عبادات، معاملات اور انتظامات کے تینوں شعبوں میں واضح نظریات پیش کیے ہیں، اور ان تینوں پہلوؤں کے تمام پہلوؤں پر وسیع نظر ڈالتے ہوئے بشریت کو مادی و روحانی سعادت کی جانب اپنی پیروی کی دعوت دی ہے۔

اسلام کی عبادات انسان کو باطنی صفا اور پاکیزگی کی طرف مائل کرتی ہیں، اُسے آلودگیوں سے پاک رکھتی ہیں، روح کو سکون عطا کرتی ہیں اور انسان کا تعلق عالمِ بالا سے مضبوط کرتی ہیں۔ نماز کے اذکار اور خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توجہ، روزے کے ذریعے حاصل ہونے والی باطنی مزاحمت، اور دیگر واجب و مستحب عبادات و ادعیہ، بالخصوص مقدس مقامات پر ان کا انجام دینا، سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ سب ایک مرتب و منظّم نظام کا حصہ ہیں، جس کا مقصد انسان کے باطن کی طہارت، اس کی تربیت اور ارتقاء ہے۔

عبادات سے آگے بڑھ کر، اسلامی شریعت کے معاملات اور انتظامی احکام کی ابواب اتنے وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ دینی ماہرین بھی اس پر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اصولاً ایسی شریعت جو اسلامی شریعت جیسی وسیع ہو، جو معاشرے کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے دائرۂ نظر میں لے آئی ہو اور ان سب پر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہو، دنیا میں ناپید ہے۔

تیرہ: عقل گرائی

قرآن عقل کو خطاب کرتا ہے۔ عقل ہی انسان کے مکلّف ہونے کی بنیاد ہے، بالخصوص دنیا کے امور اور خدا کی معرفت میں: «فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ» (الحشر: ۲)، «أَفَلَا تَعْقِلُونَ» (آل عمران: ۶۵) اور دیگر آیات۔

پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے: ''إنما يرتفع العباد في الدرجات عند ربهم على قدر عقولهم'' (مجلسی، ۱۴۰۴ق، ج ۷۴، ص ۱۶۰)

یقیناً بندگانِ خدا کی درجات میں بلندی ان کی عقل کے بقدر ہوتی ہے۔

قرآنی آیاتِ حقوق کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ یہ یقینی عقلی گزارہ جات کے مطابق ہیں۔ قرآن کی طرف سے پیش کردہ معارف اور احکام بلند ترین مقام پر فائز ہیں، یہ نہ وہم سے آلودہ ہیں، نہ خرافات سے بھرپور، اور نہ ہی ان میں منحرف رجحانات کی آمیزش ہے، جو عموماً انسانی قوانین میں پائی جاتی ہے۔ تجربہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اکثر انسانی قوانین میں ایسے منحرف رجحانات اثر انداز ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے انسانوں کے باوجود یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ نسلی، قومی، علاقائی یا گروہی تعصبات سے بچ سکیں۔

چودہ: احکام کے مختلف بیانی اسلوب

قرآنِ کریم احکام کو صرف امر و نہی کے اسلوب میں بیان نہیں کرتا، بلکہ بعض اوقات کسی داستان کے ضمن میں بھی کسی حکم کو واضح کرتا ہے: «إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ» (القصص: ۲۷)

یہ آیت ایک تاریخی واقعے کو بیان کر رہی ہے، لیکن حضرت شعیب اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان اجرت کا معاہدہ نقل کر کے، اور اس پر کسی انکار کا ذکر نہ کر کے، فقہاء نے اس سے اجارہ کے عقد کی مشروعیت استنباط کی ہے۔ بہت سے شرعی احکام قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں: جیسے روزے، نماز، زکوۃ، عہد کی وفاداری، امانت کی ادائیگی، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شراب نوشی، قمار، ظلم، دوسروں کے حقوق کی پامالی اور قتلِ نفس کی حرمت۔

کچھ احکام، جن میں احکام کی تفصیل، مثالیں، حدود اور شرائط شامل ہوتی ہیں، اگرچہ قرآن میں صراحتاً نہیں آئے، لیکن سنت سے لیے جاتے ہیں۔ اور یہ خود قرآن ہے جو ہمیں سنت کی طرف رجوع کا حکم دیتا ہے:

«وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا» (الحشر: ۷)

اور دیگر وہ آیات جو نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور اُن کو اسوہ بنانے کا حکم دیتی ہیں۔

امامیہ، نبی کریم ﷺ کی صریح ہدایات جیسے "حدیث ثقلین" کی روشنی میں، معصومینؑ کی سنت کو بھی حجت اور معتبر مانتے ہیں، اور ان کے اقوال کو قرآن کی تفسیر اور نبیؐ کی سنت کی تشریح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت تطہیر وغیرہ اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

دوسری طرف، قرآن عمومی طور پر احکام کو کلی انداز میں بیان کرتا ہے، جیسے:

«أَوْفُوا بِالْعُقُودِ» (المائدہ: ۱)،

«وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ» (الحج: ۳۰)،

«وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ» (البقرۃ: ۲۷۵)

ایسے مقامات پر فروعات کے احکام سنت سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ البتہ بعض جگہ قرآن نے جزئیات کو بھی مکمل طور پر بیان کیا ہے، جیسے جہاد، سزائیں، نکاح و طلاق، اور وراثت کے ابواب۔ یہ قرآن کا طرزِ بیان اختلافات کے سدِّ باب کے لیے ہے۔

پندرہ: قانون کے نفاذ کی ضمانتیں

بلاشبہ قانون کا مضبوط اور مربوط ہونا لازم ہے، لیکن ساتھ ہی اس کے نفاذ کے لیے مناسب تدابیر بھی ضروری ہیں۔ انسانی نظامِ قانون میں قانون کے نفاذ کی بنیادی ضمانت مجرموں پر سزاؤں کا نفاذ ہے؛ یہ طریقہ عملی میدان میں ناقص ثابت ہوا ہے۔ مگر قرآن نے اس اہم مسئلے کا مناسب حل پیش کیا ہے۔ اسلام نے اپنے اعلیٰ اہداف کے حصول کے لیے درج ذیل بنیادی طریقے تجویز کیے ہیں:

۱. نفس کی تہذیب، جو خود انسان کی ذمہ داری ہے؛ قرآن اس طریقے کو ایسے اسلامی معاشرے کے ذریعے عملی جامہ پہناتا ہے جو استقامت، محبت، پاکیزگی، تعاون اور تقویٰ جیسے بنیادوں پر استوار ہو۔

۲. عمومی نگرانی اور اجتماعی شرکت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ۔

۳. حدود کا قیام و نفاذ؛ وہی سزا کا نظام جو اسلامی فوجداری قانون نے اہم دینی و سماجی ضروریات کے تحفظ کے لیے مرتب کیا ہے۔ مثلاً دین کے تحفظ کے لیے حد ارتداد، نفس کے تحفظ کے لیے حد قصاص، عقل کی حفاظت کے لیے حد شراب نوشی، اور نسل و ناموس کے تحفظ کے لیے حد زنا و قذف۔

۴. جرائم کی روک تھام؛ بلاشبہ قرآن کی عظمت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے جرم و جنایت کے سدِّ باب کے لیے تشریعی تدابیر وضع کی ہیں۔ اسلامی قوانین میں موجود سختیاں اس قدر حکمت، عدالت اور رحمت سے مزین ہیں کہ وہ تجاوزات کی روک تھام کے ساتھ ساتھ بندگانِ خدا کے لیے امن و سکون کا سامان بھی فراہم کرتی ہیں۔

خاتمہ

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآن نے حقوقی مبانی اور اصولوں کی جانب اشارہ کر کے، قرآن کے معارفی اعجاز کو نمایاں کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایسے بلند پایہ قوانین پیش کیے گئے جو ایک غیر تعلیم یافتہ فرد کی جانب سے ظاہر ہوئے، لیکن وہ ایک منظّم اور ہم آہنگ نظام کے تحت پیش کیے گئے، جو خدا سنّجی، وحی پر مبنی، اور عدل پسند خصوصیات سے متصف ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان قوانین میں انسانی طاقت کا لحاظ، خطا و انحراف سے دوری، اور فردی و اجتماعی مصالح کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

کتابیات

قرآن مجید، ترجمہ شیخ محسن علی نجفی۔

۱. نہج الفصاحۃ (ندارد). (ابوالقاسم پاینده، مؤلف و مترجم). سازمان انتشارات جاویدان۔
۲. امین شیرازی، احمد (۱۳۷۳ش). اسلام پزشک بی دارو. دفتر انتشارات اسلامی۔
۳. انصاری، شیخ مرتضی (۱۳۶۹ش). المکاسب. انتشارات مطبوعات دینی۔
۴. اہتمام، احمد (۱۳۴۴ش). فلسفہ احکام. چاپخانہ اسلام۔
۵. دیاب، عبدالحمید واحمد قرقوز (ندارد). طب در قرآن (چراغی، مترجم)، انتشارات حفظی۔
۶. رضائی اصفہانی، محمد علی (۱۳۸۰ش). پژوہشی در اعجاز علمی قرآن. کتاب مبین۔
۷. عالیہ، سمیر (۱۹۹۶م). علم القانون والفقہ الاسلامی. المؤسسہ الجامعیۃ للدراسات والنشر۔
۸. مجلسی، محمد باقر (۱۴۰۴ق). بحارالانوار. مؤسسۃ الوفاء۔
۹. مصباح یزدی، محمد تقی (۱۳۷۸ش). حقوق و سیاست در قرآن. مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی۔
۱۰. نوری، میرزا حسین (۱۴۰۸ق). مستدرک الوسائل. مؤسسۃ آل البیت۔

Bibliography

1. Najafī, M. A. (Trans.). (n.d.). Qurʾān-i majīd [The Holy Quran].
2. Pāyanda, A. (Trans.). (n.d.). Nahj al-faṣāḥa. Sāzmān-i Intishārāt-i Jāvīdān.
3. Amīn Shīrāzī, A. (1994). Islām pizishk-i bī-dārū [Islam: The physician without medicine]. Daftar-i Intishārāt-i Islāmī. (Original work published 1373 SH)
4. Anṣārī, M. (1990). Al-Makāsib. Intishārāt-i Maṭbūʿāt-i Dīnī. (Original work published 1369 SH)
5. Ihtimām, A. (1965). Falsafa-yi aḥkām [The philosophy of Islamic rulings]. Chāpkhāna-yi Islām. (Original work published 1344 SH)
6. Diyāb, ʿA., & Qarqūz, A. (n.d.). Ṭibb dar Qurʾān [Medicine in the Quran] (Chirāghī, Trans.). Intishārāt-i Ḥifẓī.
7. Riḍāʾī Iṣfahānī, M. A. (2001). Pazhūhishī dar iʿjāz-i ʿilmī-yi Qurʾān [A study of the scientific miracles of the Quran]. Kitāb-i Mubīn. (Original work published 1380 SH)
8. ʿĀliya, S. (1996). ʿIlm al-qānūn wa al-fiqh al-Islāmī [The science of law and Islamic jurisprudence]. Al-Muʾassasa al-Jāmiʿīya lil-Dirāsāt wa al-Nashr.

9. Majlisī, M. B. (1984). Biḥār al-anwār. Muʾassasat al-Wafāʾ. (Original work published 1404 AH)
10. iṣbāḥ Yazdī, M. T. (1999). Ḥuqūq va siyāsat dar Qurʾān [Law and politics in the Quran]. Muʾassasa-yi Āmūzishī va Pazhūhishī-yi Imām Khumaynī. (Original work published 1378 SH)
11. Nūrī, Ḥ. (1988). Mustadrak al-wasāʾil. Muʾassasat Āl al-Bayt. (Original work published 1408 AH).